

افادات: حضرت مولانا مسیح الحق مدظلہ
ضبط و ترتیب: مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال ابواب البر والصلۃ (نیکی اور صلہ رحمی کے ابواب) جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

جامع ترمذی کے ابواب البر والصلۃ جو کہ ماں باپ، بچوں اور اہل خانہ کے حقوق، امور خانہ داری اور دیگر معاشرتی آداب و حقوق پر مشتمل ہے۔ اور اس میں جناب نبی کریم ﷺ کے اخلاق کریمانہ اور معاشرتی اور اخلاقی زندگی کے ہر پہلو کا متعلق وہ مفید تعلیمات مذکور ہیں کہ اگر کوئی مسلمان ان اخلاق و آداب کو سیکھ کر اس پر عمل کرنے لگے تو اس کی زندگی حیات طیبہ بن جائے گی اور دنیا کی زندگی ہی میں جنت کا لطف و مزہ محسوس کریگا۔ گھر میں تلخی و پریشانی ختم ہو جائے گی۔ پورے مسلم معاشرہ میں کوئی اس کا دشمن نہ رہے گا۔ وہ ہر کسی کو محبوب ہوگا۔ اگر اس کو کوئی مصیبت اور تکلیف پہنچے تو وہ ثواب کی امید باعدہ کرمبر کیساتھ اس کو گزارے گا۔ اور اگر کوئی خوشی و نعمت مل جائے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرے گا اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرے گا۔ اور اسی طرح دنیا و آخرت کی کامیابیوں سے ہمتا رہے گا۔ اس لئے ان اخلاق و آداب کا سیکھنا ہر مسلمان کے لئے دینی و اخلاقی طور پر لازم ہے۔ انکی اہمیت کے پیش نظر جناب شیخ الحدیث حضرت مولانا مسیح الحق صاحب دامت برکاتہم کے درس ترمذی کے دوران ابواب البر والصلۃ کے متعلق افادات کو اہتمام کیساتھ کیسٹوں میں ریکارڈ کیا گیا۔ جسے حضرت مولانا مفتی مختار اللہ صاحب نے باب ماجاء فی حقوق الوالدین تک مرتب کیا۔ یہ ابواب ”ماہنامہ الحق“ میں قسط وار شائع ہوتے رہے۔ اب اس کام کو مزید آگے بڑھایا جا رہا ہے۔ مفتی مختار اللہ صاحب کے دیگر مشاغل علمی کی وجہ سے یہ سعادت معاون مفتی دارالافتاء مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی کو مل رہی ہے۔ اب ان کے ضبط و ترتیب کیساتھ یہ سلسلہ دوبارہ شروع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

باب ماجاء فی اکرام صدیق الوالد:

اپنے والد کے دوست کے اکرام کے بیان میں

پچھلے ابواب میں والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی نافرمانی و ایذا رسانی سے بچنے کی تاکید کی گئی تھی۔ اب اس میں مزید ترقی بیان ہو رہی ہے۔ یعنی صرف والدین کے ساتھ نیکی کرنے پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ کمال احسان یہ ہے کہ والدین کے اقرباء احباب اور متعلقین کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کیا جائے۔ اور والدین کا جن لوگوں کے

ساتھ تعلق اور محبت ہو، اولاد کو چاہیے کہ اپنے والدین کے اس تعلق کا لحاظ رکھتے ہوئے ان لوگوں کو بھی محبوب رکھے اور ان کے ساتھ محبت اور تعلق کا رشتہ نہ توڑے بلکہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کر کے اس تعلق و محبت کو مزید برقرار رکھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے ان ارشادات پر اگر ہر مسلمان عمل کرے تو نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا و قرب اور جنت کے اعلیٰ درجات حاصل کرے گا بلکہ دنیا میں بھی امن و محبت کا ماحول پیدا ہوگا۔ اور اسی طرح ایک خوشحال اور پرسکون معاشرہ وجود میں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

عن ابن عمرؓ قال سمعت النبی ﷺ يقول: ان ابر البر ان یصل الرجل اهل و ذابیه۔ یعنی بہترین احسان اور حسن سلوک یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے احباب و متعلقین سے بھی محبت و تعلق کا رشتہ جوڑے رکھے۔

ابر البر:

اسم تفصیل کا مینہ لایا۔ اس لئے کہ جب کوئی شخص والد کی عدم موجودگی میں ان کے متعلقین سے حسن سلوک کرتا ہے اور اپنے باپ کی محبت کی وجہ سے ان کو محبوب رکھتا ہے تو ظاہر ہے کہ جب باپ حاضر ہو تو خود باپ کے ساتھ تو بدرجہ اولیٰ احسان کرنے والا ہوگا۔

یہ تفصیل اس بناء پر ہے کہ حدیث مذکور میں باپ کے متعلقین سے جو حسن سلوک کا ذکر ہوا ہے وہ باپ کی غیر موجودگی میں ہو۔ اور یہی ظاہر ہے کہ کیونکہ باپ کی موجودگی میں ان کے دوستوں سے احسان کرنے میں یہ شبہ ہے کہ دل سے تو باپ کے متعلقین کے ساتھ احسان نہیں کرنا چاہتا ہوگا۔ لیکن باپ کے غم سے یا اس کی ناراضگی کا اندیشہ ہے۔ اس سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے باپ کے دوستوں سے اچھا برتاؤ کرنے پر مجبور ہے۔ اور اگر ایسا ہو تو یہ کمال احسان نہ ہوگا۔ اور حدیث پاک میں چونکہ کمال احسان کا ذکر ہے اور وہ تبھی ہو سکتا ہے کہ باپ کے ساتھ کمال وفاداری کے باعث کسی قسم کے خوف اور اندیشہ ملامت یا لالچ کے بغیر بھی طیب خاطر کے ساتھ باپ کے دوستوں سے اچھا برتاؤ کرے اور ایک دوسری روایت اس پر صراحتاً دلالت کرتی ہے جو مشکوٰۃ شریف میں نقل کی گئی اور وہ یہ ہے:

وعن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ: ان من ابر البر صلة الرجل اهل و ذابیه بعد ان یوتی (روا۔ مسلم) (مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۳۴۱۔ باب البر والصلۃ)

یعنی کامل نیکوں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوست و احباب سے تعلق کا رشتہ جوڑے رکھے۔ بعد اس کے کہ باپ پیٹھ پھیرے۔

پیٹھ پھیرنے کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ مر جائے۔ اور دنیا سے چلا جائے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا میں تو موجود ہے اور زندہ ہے لیکن اس موقع و محل میں موجود نہیں۔ یہ وہ والد ہے جس سے تعلق کا رشتہ پھیرا ہے۔

حاصل یہ کہ باپ کے ساتھ کمال وفاداری اور کمال احسان یہ ہے کہ باپ کی عدم موجودگی میں باپ کے احباب و متعلقین کے ساتھ محبت اور حسن سلوک کرتا رہے۔ اور والدین کی وفات کے بعد جو حقوق اولاد پر عائد ہوتے ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے احباب کے ساتھ محبت و احسان برقرار رکھے، اس بارے میں صریح ارشادات موجود ہیں۔ جس کے متعلق ان شاء اللہ تعالیٰ بعد میں کچھ ذکر آئے گا۔

باب ماجاء فی بر الخالة: ماں کی بہن کے ساتھ حسن سلوک کے بیان میں

گزشتہ باب میں باپ کے احباب کے ساتھ احسان کا ذکر تھا اور اس باب میں ماں کے اقربا کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر ہے۔ خالہ ماں کی بہن ہوتی ہے۔ اس باب میں دو روایتیں ذکر کی گئی ہیں۔ عن البراء ابن عاذب عن النبی ﷺ قال الخالة بمنزلة الأم نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خالہ ماں کی طرح ہے۔ یعنی حق حضانت میں خالہ بھی ماں کی طرح ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر ماں مرجائے یا ماں مطلقہ ہو جائے یا کسی وجہ سے بچے کی پرورش کی اہلیت اس میں نہ رہے یا ماں اس صورت میں بچے کی پرورش کرنے سے انکار کرے پھر بچے کی پرورش کا حق بچے کی نانی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور نانی کی عدم موجودگی یا عدم اہلیت یا اس کے انکار کی صورت میں دادی حقدار ہے۔ پھر اسی طرح اس کے بعد بچے کی بہنیں اور اگر ان سے بھی رہ جائے تو پھر خالہ بھی ماں کی طرح ہے۔ وہ بچے کی پرورش کرے گی۔ حضانت میں ماں کی قربت کو مقدم رکھا گیا ہے کیونکہ اس جانب سے شفقت زیادہ ہوتی ہے۔ یا حدیث کا مطلب عام ہے۔ یعنی حضانت میں اور رحمت و شفقت میں، نیز احسان اور حسن سلوک اور احترام وغیرہ سب چیزوں میں خالہ ماں کی طرح ہے۔ نیز اس حدیث سے میراث ذوی الارحام پر بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔

عن ابن عمر ان رجلاً اتى النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ انی اصببت ذنباً عظیماً فهل لی من توبة قال هل تک من ام قال لا قال هل تک من خالة قال نعم قال فبرھا۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ ”یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ سرزد ہوا ہے۔ کیا میرے لئے توبہ کا کوئی راستہ ہے؟“ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کیا تیری ماں (زندہ) ہے؟“ تو اس نے کہا کہ ”نہیں“۔ فرمایا ”تیری کوئی خالہ ہے؟“ اس نے کہا کہ ”ہاں“ فرمایا اس کے ساتھ بھلائی کرو۔

تشریح اور اشکال کا حل: اسی اصببت ذنباً عظیماً اس میں بظاہر اشکال پیدا ہوتا ہے۔ کہ بڑے

گناہ (گناہ کبیرہ) کے لئے تو عام قاعدہ یہ ہے کہ وہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے اخلاص کے ساتھ توبہ کرنا ضروری ہے۔ البتہ مغفائر (چھوٹے گناہ) نیکیاں کرنے سے بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے۔ اَتَّبِعِ اَلْمُسِيئَةَ الْحَسَنَةَ تَمَحَّهَا برائی کے پیچھے نیکی کرو! یہ نیکی اس کو مٹا دے گی“

محدثین حضرات فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صغیرہ گناہ کے متعلق ہے۔ کبائر کے لئے توبہ ضروری ہے۔ صرف نیکی کرنے سے وہ معاف نہیں ہو جاتے۔ تو پھر رسول اللہ ﷺ نے کیوں ”ذنب عظیم“ (بڑے گناہ) کے معاف ہونے کے لئے خالہ کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دے کر اس پر اکتفا فرمایا؟

اس اشکال کا ایک جواب تو یہ ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی خاص جرم تھا، اور اسکے متعلق جناب رسول ﷺ کو بذریعہ وحی یہ معلوم ہوا تھا کہ اس شخص کے حق میں اس جرم کی تلافی کے لئے یہی خاص عمل یعنی والدہ یا اسکی عدم موجودگی میں اسکی قربانداروں۔ (جیسے خالہ) کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے اور اس جرم کے معاف ہونے کے لئے یہ عمل کافی ہے اس وجہ سے اس کی تلقین فرمائی اور اس تفصیل کے مطابق یہ حکم اس شخص کے لئے خاص تھا عام قانون نہیں ہے توبہ کی حقیقت اور اشکال کا دوسرا جواب:

اس اشکال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس شخص نے دراصل توبہ کر لی تھی کیونکہ توبہ کی حقیقت تو یہ ہے کہ آدمی اپنے کئے ہوئے گناہ پر شرمندہ ہو جائے اور اس گناہ کے ہمیشہ کیلئے چھوڑنے کا عزم مصمم کرے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے۔ علماء کرام لکھتے ہیں کہ توبہ کیلئے چار شرائط ہیں۔

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ اپنے کئے ہوئے گناہ پر دل سے نادم و شرمندہ ہو۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ فوراً اس گناہ کو ترک کر دے۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ آئندہ کے لئے مصمم عزم کرے کہ آئندہ کے لئے ایسا جرم کبھی نہیں کروں گا۔

(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ اس گناہ کے تدارک کے لئے شرع میں جو طریق موجود ہو اس طریق سے اس گناہ کا تدارک کرے مثلاً نماز روزہ چھوٹ گئے ہوں تو قضاء کرے۔ اگر اس جرم کے لئے کوئی کفارہ مقرر ہو تو کفارہ ادا کرے۔ اور اگر وہ جرم حقوق العباد کے قبیل سے ہو تو شرعی ضابطہ کے مطابق ان کے حقوق ادا کر دے۔ یا ان سے معاف کرا لے۔ خصوصاً بندگان کے وہ حقوق جنکی ادائیگی کا بھی کوئی طریق نہ ہو۔ مثلاً غیبت یا بعض قسم کے دوسری زبانی ایذا رسانی تو ان کا معاف کرنا ضروری ہے۔ اور اس کے لئے لازم ہے کہ اصل حقوق سے بھلائی اور احسان کرے تاکہ وہ اس سے خوش ہو جائیں اور طیب خاطر سے معاف کر دے۔

بعض حضرات نے یہ شرط بھی لکھی ہے کہ توبہ صرف خوف الہی کی وجہ سے ہو کیونکہ اگر کوئی شخص مثلاً شراب پینا اس وجہ سے چھوڑ دے اور اس پر اس وجہ سے نادم ہو جائے کہ اس سے محبت تباہ ہوتی ہے دوسرے ہوتا ہے مال خرچ ہوتا

ہے وغیرہ وغیرہ اور خوف خدا کی وجہ سے ترک نہ کرے تو یہ شرعاً تو بہ نہیں ہے اور ایسے شخص کو تائبین کا ثواب نہیں ملے گا پس اگر مذکورہ شرائط جس توبہ میں نہ پائی جاویں تو صرف زبان سے توبہ اور استغفار کہنا بالکل بے معنی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز سے فارغ ہوتے ہی اس نے جلدی سے کہا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ اس پر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے شخص جلدی جلدی استغفار کہہ جانا جھوٹوں کی توبہ ہے۔ اور تیری یہ توبہ خود توبہ کے لائق ہے۔ اور حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ”ہماری توبہ خود توبہ کے لائق ہے“ (از مجالس الابرار)

یعنی جب توبہ اور استغفار کے الفاظ تو زبان پر ہوں لیکن دل میں استغفار نہ ہو نہ جرم پر ندامت ہو نہ اللہ جل جلالہ کی نافرمانی ہونے کی وجہ سے دل پر کوئی خوف طاری ہو اور نہ آئندہ کے لئے اس جرم کے چھوڑنے کا مضبوط عزم ہو بلکہ صرف رسمی طور پر توبہ اور استغفار کے الفاظ ادا کرتا ہو۔ تو ایسی توبہ خود ایک جرم ہے جس پر توبہ کرنا چاہیے۔ چہ جائیکہ اس سے گناہ معاف ہو۔ توبہ برب سبھ بر کف دل پر از ذوق گناہ مغفرت را خندہ سے آید ز استغفار ما

تاہم زبان پر بھی توبہ جاری رہنے کو بعض اکابر نے بیکار نہیں کہا۔ زبان سے دل تک راستہ بن جاتا ہے۔ ایک شاعر نے زبانی توبہ کے بارے میں کہا کہ ۔

بر زبان تسبیح در دل گاؤ خر این چنین تسبیح کے دارد اثر

کہ ایسی تسبیح کا کیا اثر ہوگا مگر حکیم الامتہ عارف باللہ مولانا اشرف علی تھانوی نے اس شعر میں تبدیلی کی اور کہا کہ ع این چنین تسبیح ہم دارد اثر کہ زبان کی ایسی تسبیح کا بھی بالآخر اثر ہوگا۔

آدم بر سر مطلب پس وہ شخص جو کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ درحقیقت وہ تائب بن کر آیا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ رہا تھا۔ وہ اپنے کئے پر نادم تھا اور آئندہ کے لئے اس کے چھوڑنے کا عزم اور اس کے دل پر خشیت طاری تھی۔ اور یہی ہے حقیقت توبہ کی جو کہ سائل اور مسئول عنہ دونوں پر واضح تھا۔

لیکن شاید جرم کچھ ایسا تھا کہ سائل کو خلیان تھا کہ اس کے معاف ہونے کے لئے یہ کافی ہوگا یا اس کے تدارک کے لئے اور بھی کچھ کرنا ہوگا۔ ”فهل یسی من توبة“ کا یہ مطلب ہے۔ اور رسول اللہ کو بھی وہ جرم بذریعہ وحی یا دیگر ذرائع سے معلوم ہوا تھا اور اس جرم کے تدارک کے لئے ماں کے ساتھ یا اس کی عدم موجودگی میں اس کی جانب کے قریبداروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ضروری تھا۔ اس وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی سے والدہ کے متعلق دریافت فرمایا۔ اور جب معلوم ہوا کہ ان کی والدہ فوت ہو چکی ہے اور حالہ زندہ ہے تو آپ ﷺ نے

پس اگر وہ جرم اور گناہ ترک بر (احسان) اور قطع رحمی کے قبیل سے ہو، خصوصاً والدہ کے ساتھ تو پھر یہ جواب زیادہ واضح ہے، کیونکہ اگر والدہ کی دل آزاری ہو چکی ہو تو اس جرم کے معاف ہونے کے لئے توبہ کی دیگر شرائط کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس حد تک والدہ کی خاطر عدالت کی جاوے اور اس کے حقوق کا خیال رکھا جاوے کہ وہ خوش ہو کر طیب خاطر سے معاف کر دے اور اگر والدہ فوت ہو چکی ہو تو پھر بھی حتی المقدور والدہ کے بعد الوفات حقوق کا خیال رکھنا ضروری ہے اور بعد الوفات حقوق میں سے یہ ہے کہ ان کی قرابت والوں اور متعلقین کے ساتھ صل رحمی اور حسن سلوک کیا جاوے۔ اگر ان حقوق کا خیال رکھے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ جرم معاف ہوگا۔ اس وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے خالہ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اشکال کا تیسرا جواب اور صحابہ کرام کی نظر میں چھوٹا گناہ بڑا دکھائی دینا:

یہ دونوں جواب اس بنیاد پر دیئے گئے ہیں کہ اس گناہ کو سائل نے ”ذنب عظیم“ سے تعبیر فرمایا ہے اور اسکو اپنے ظاہر پر حمل کر کے گناہ کبیرہ مراد لیا گیا ہے۔ جیسا کہ ممکن ہے کہ بعض صحابہ کرام سے گناہ کبیرہ سرزد ہو جائے لیکن ان کو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور وہ اخلاص کے ساتھ توبہ کر کے گناہ سے پاک صاف ہو جاتے ہیں بلکہ حالت سابقہ سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب کے درجات حاصل کر لیتے ہیں۔

تیسرا جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ وہ جرم حقیقت میں گناہ کبیرہ نہیں تھا بلکہ کوئی چھوٹا گناہ تھا اور اس نے جو ”ذنب عظیم“ کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے نزدیک میں نے ایک بڑا جرم کیا ہے، اگرچہ حقیقت میں وہ عند اللہ بڑا جرم نہ ہو کیونکہ صحابہ کرامؓ بڑے لوگ تھے۔ اور بڑوں کی نظر میں چھوٹے گناہ بھی بڑے دکھائی دیتے ہیں۔ جیسا کہ غافلین بڑے بڑے گناہ چھوٹے سمجھ کر کر گئے رہتے ہیں اور انہیں احساس تک نہیں ہوتا۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ اللہ سے ڈرنے والے کو گناہ ایسا لگتا ہے کہ ایک پہاڑ اس پر آگرا ہو اور نہ ڈرنے والوں کو گناہ ایسا معمولی لگتا ہے کہ جیسے ناک سے مکھی کو ہاتھ کے اشارے سے اڑا دیا۔

وتصغر فی عین الصغیر عظامہ وتعظم فی عین العظیم الصغائر

حاصل یہ کہ صحابہ کرامؓ جو کہ زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ قرآنی احکام کی پابندی اور اتباع سنت ان کی طبیعت بن چکی تھی۔ خلاف شرع امور سے پوری احتیاط کے ساتھ پرہیز کرتے تھے۔ یہاں تک کہ خلاف اولیٰ کاموں سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ اگر تمنا ضائع بشری کوئی تھوڑی سے غلطی سرزد ہو جاتی تو ہزار نعمتوں کے ساتھ دربار نبوت میں حاضر ہو جاتے۔ اور استغفار کرتے۔ ایمان کامل ان کے دلوں میں ثبت تھا۔ ان کے دلوں کا اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے انتخاب فرمایا تھا۔ آئینہ کی طرح صاف دل پر گناہ کی معمولی سی کدورت لگ جاتی تو وہ اس کو کہاں معمولی سمجھتے، وہ اس معمولی سے کدورت کو لے کر بڑا جرم سمجھتے تھے۔ کسی سفید پوش آدمی

کے سفید کپڑوں پر چھوٹا سے سیاہ داغ بھی بہت دور سے بد نما لگتا ہے۔ وہ اس کو چھوٹا سمجھ کر بے فکر نہیں بیٹھ سکتا۔ بلکہ وہ اس بد نما داغ کو دور کرنے کے لئے بے چین ہوتا ہے۔ ایسی بے چینی کے عالم میں صحابی نے کہا ”مجھ سے بڑا گناہ سرزد ہوا ہے۔“ لیکن چونکہ حقیقت میں کبیرہ گناہ نہ تھا بلکہ صغیرہ گناہ تھا اور صغیرہ گناہ نیکی کرنے سے بھی معاف ہو جاتا ہے اس وجہ سے جناب رسول ﷺ جو کرامت کے روحانی طبیب تھے نے ایسا نسخہ بتلایا کہ گناہ کا سیاہ داغ بھی دھل جائے اور کئی وجوہ سے سائل کے حسن و خوبی میں اضافہ بھی ہو جائے۔ خالہ کے ساتھ حسن سلوک کرنا ایک نیکی بھی ہے جس سے صغیرہ گناہ بھی معاف ہوگا۔ اس کے علاوہ اس میں بے شمار دنیوی اور اخروی فوائد اور بھی ہیں۔ علاوہ ازیں جناب رسول اللہ ﷺ ہر سائل کو اس کے مناسب حال علاج بتلایا کرتے تھے۔ پس اگر چہ نیکیاں تو اور بھی بہت ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کے لئے دوسرے نیک اعمال کے بنسبت اس عمل کو زیادہ مفید جان کر اس کی تجویز فرمائی۔

پس اس اعتبار سے مذکورہ اشکال وارد نہ ہوگا۔ کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے کسی طرح معاف ہوا کیونکہ اس صورت میں گناہ کبیرہ درحقیقت موجود نہیں ہے۔

حاصل ان دونوں ابواب کا یہ ہے کہ والدین کی غیر موجودگی میں خصوصاً والدین کی وفات کے بعد ان کے قریب تداروں اور دوستوں سے حسن سلوک کرنا اور ان سے تعلق و محبت برقرار رکھنا والدین کے حقوق میں سے ہے۔

والدین کے بعد الوفات حقوق: والدین کی فوت ہو جانے کے بعد جو حقوق اولاد کے ذمہ عائد ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق ایک جامع حدیث مشکوٰۃ المصابیح میں نقل کی گئی ہے۔ تکمیل فائدہ کے لئے اس حدیث کو طوطا رکھنا مفید ہے۔

عن ابی اسید الساعدی قال بیئنا نحن عند رسول اللہ ﷺ ان جاء رجل عن بنی سلمة فقال: یا رسول اللہ هل بقی من بر أبوی شئی أبرهما به بعد موتہما۔ قال نعم، الصلوٰۃ علیہما والاستغفار لہما و انفاذ عہدہما من بعدہما، وصلة الرحم التي لا توصل الا بہما و اکرام صديقہما رواہ ابو داؤد وابن ماجہ..... (مشکوٰۃ المصابیح - ج ۲ - ص ۴۴۲ - باب البر والصلة)

حضرت ابو اسید الساعدیؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہاں تھے کہ قبیلہ بنو سلمہ کا ایک شخص آیا اور عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول! (ﷺ) کیا میرے والدین کے احسان کا کچھ حصہ ابھی بھی میرے ذمہ باقی ہے کہ میں ان کے مرنے کے بعد ان سے وہ احسان کروں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں۔^(۱) ان کیلئے رحمت کی دعا کرنا^(۲) ان کیلئے استغفار کرنا (بخشش طلب کرنا)^(۳) اور ان کے بعد ان کی وصیت (اور دیگر وعدوں کو حتیٰ الوسع) پوری کرنا^(۴) اور ان قریب تداروں سے صلہ رحمی کرنا، جنکے ساتھ قربت کا رشتہ صرف انہی کی وجہ سے پالا جاتا ہے^(۵) اور ان کے دوستوں کا احترام کرنا۔